



انتساب

یہ ناول

ان تمام احساسات کے نام
جو لفظوں میں نہ کہے جاسکے،
ان خاموش محبتوں کے نام
جو وقت، حالات اور فیصلوں کی نذر ہو گئیں۔

ان لوگوں کے نام
جو سچ جانتے ہوئے بھی
خاموش رہنے پر مجبور ہو گئے،
اور ان رشتوں کے نام
جو خون سے نہیں
بلکہ درد سے جڑے ہوتے ہیں۔

مصنف کا تعارف

مصنف ایک باشعور اور گہری سوچ رکھنے والے قلمکار ہیں جو انسانی نفسیات، خاندانی تعلقات اور معاشرتی حقیقتوں کو بہت سادگی اور گہرائی سے بیان کرتے ہیں۔

ان کی تحریریں احساس کی شدت، کرداروں کی مضبوطی، اور کہانی کی روانی نمایاں نظر آتی ہے۔

”محبت یا؟؟؟“ ناول

مصنف کی باریک بینی، مشاہدے کی طاقت اور حقیقت پسندانہ سوچ کا عکس ہے، جو قاری کو ابتدا سے آخر تک خود سے جوڑے رکھتا ہے۔

پیش لفظ

محبت۔۔۔ کبھی نعمت تو کبھی آزمائش بن جاتی ہے۔

”محبت یا؟؟؟“ ناول

ان سچائیوں کو بیان کرتا ہے جو خاندانوں میں برسوں تک چھپی رہتی ہیں۔ یہ کہانی محض کرداروں کی نہیں بلکہ ان فیصلوں کی ہے جو انسان اپنی مرضی سے نہیں مجبوری میں کرتا ہے۔

یہ ناول سوال اٹھاتا ہے کہ کیا محبت ہر سچ سہہ سکتی ہے؟ یا بعض اوقات خاموشی ہی سب سے بڑا فیصلہ بن جاتی ہے۔

امید ہے یہ تحریر لقاری کے دل میں اترے گی اور اسے سوچنے پر مجبور کرے گی۔

ہیلو مس مسکان۔

فون کے دوسری طرف سے اواز ائی۔ اواز بھاری ہونے کی وجہ سے سمجھ پانا مشکل تھا کہ اواز لڑکی کی ہے یا لڑکے کی۔

کون ہو تم اور میرا اصلی نام کیسے جانتے ہو۔ مسکان نے خود پر قابو پاتے ہی سوال کیا۔ یہ سب جاننا تمہارے لیے ضروری نہیں ہے دوسری طرف سے ایک پرسکون اواز ائی۔ ٹھیک ہے پھر اپنا مجھے فون کرنے کا مقصد بتا دو مسکان نے خود پر ضبط کرتے ہوئے اس سے دوسرا سوال کیا۔

چلو پھر کام کی بات کرتے ہیں آج سے 26 سال پہلے تمہاری فیملی نے ایک دو

سالہ لڑکی اور اس کے پانچ سالہ بھائی کو (Disowned) کیا تھا۔

زینب سلطان اور محمد سلطان کو۔

تمہیں بس یہ پتہ کرنا ہے کہ وہ کہاں رہتے ہیں کیا کرتے ہیں زندہ بھی ہیں کہ مر گئے ہیں۔

اور تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں تمہارا کام کروں گی اس بار مسکان کی اواز پرسکون تھی۔

کیونکہ اگر تم یہ کام نہیں کرو گی تو میں تمہارا سچ تمہارے بھائی کو بتا دوں گا فون کے دوسری طرف سے آنے والی آواز اب بھی پرسکون تھی۔

کیسا سچ تم کس بارے میں بات کر رہے ہو میں نہیں جانتی وہ اپنی آواز پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی مگر بے سود وہ چاہ کر بھی اپنی آواز کی لرزش کو قابو نہیں کر پائی۔

اگر تمہارا کوئی راز نہیں ہے تو تمہاری آواز کیوں لرز رہی ہے سامنے والے کا لہجہ اب بھی پرسکون تھا جیسے اسے یقین ہو کہ اس کا کام ہو جائے گا۔

تم کس سچ کے بارے میں بات کر رہے ہو میں نہیں جانتی اور اب مجھے فون کرنے کی جرات مت کرنا۔ مسکان کا لہجہ سخت تھا۔

اگر تم نے فون بند کیا تو اگلے ایک منٹ میں تمہارے بھائی کو ایک میسج موصول ہوگا اور اس کے بعد کیا ہوگا وہ تم بھی اچھے سے جانتی ہو اور میں بھی اور مجھے امید ہے کہ تم ایسا نہیں ہونے دینا چاہتی۔ اب کے اس کا لہجہ سخت ہوا تھا۔

تم جانتے کیا ہو میرے بارے میں ذرا مجھے بھی تو بتاؤ میں بھی تو دیکھوں میرا ایسا کون سا راز ہے جس سے میں اب تک انجان ہوں۔

جانتا تو میں تمہارے بارے میں بہت کچھ ہوں مگر فی الحال بتانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

لیکن میں تم سے وہ سب سننے کا ارادہ رکھتی ہوں مسکان کا لہجہ دو ٹوک تھا اور سخت بھی۔
دیکھو مسکان یہ بات تم بھی جانتی ہو اور میں بھی کہ تمہارا بھائی تمہیں ایل ایل بی کروانا چاہتا
تھا مگر تم نے اس سے چھپ کر کمپیوٹر میں ماسٹر کیا ہے اور وہ یہ بات نہیں جانتا اسی لیے تو تم
نے دوسرے نام سے سوشل میڈیا پیج بنایا ہے۔ کیونکہ تمہیں ڈر ہے کہ تمہارا بھائی تمہیں
(Disowned) کر دے گا اور یہی سچ ہے کہ وہ تمہیں قبول نہیں کرے گا جس طرح تمہارے
باپ نے تمہیں ٹھکرا دیا تھا ویسے ہی تمہارا بھائی بھی تمہیں چھوڑ دے گا۔ مجھے یقین ہے کہ تم
اپنا واحد قیمتی رشتہ کھونا نہیں چاہو گی۔ فون کے دوسری طرف سے آنے والی آواز میں نرمی
بھی تھی اپنائیت بھی اور احساس بھی۔

ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں لیکن اس کے لیے مجھے ان کی کوئی نہ کوئی ڈیٹیلز تو چاہیے ہی ہوں گی
کیونکہ ڈیٹیلز کے بغیر میں کیسے جان پاؤں گی کہ انہیں کسی نے اڈاپٹ کیا تھا اور اگر کیا بھی تھا تو
کس نے ان کے ساتھ کیا ہوا تھا کیا انہیں میں کچھ نہیں جانتی میں نے صرف اپنے بھائی کو
اس بارے میں بات کرتے ہوئے سنا تھا۔ اور جب میں نے انہوں سے پوچھا تھا تو انہوں
نے بات کو ٹال دیا اب مسکان کے لہجے میں نرمی تھی لیکن اس نے اس بات کو محسوس کیا
تھا کہ اس کے ساتھ بات کرنے والا کوئی مرد نہیں بلکہ ایک عورت ہے۔

میری معلومات کے مطابق انہیں تمہاری ماما کی کسی فرینڈ نے اڈاپٹ کیا تھا۔ فون کے دوسری طرف سے اواز آئی۔

میری ماما کی بہت ہی زیادہ زندہ دل اور سوشل لائف تھی۔ ان کے کس فرینڈ نے انہیں اڈاپٹ کیا ہوگا میں کیسے جان سکتی ہوں میں نے تو اپنی ماما کو بھی نہیں دیکھا میں نے صرف سنا ہے کہ ان کے بہت سے فرینڈز تھے میں ان کے کسی فرینڈ کے بارے میں نہیں جانتی۔ مسکان جھنجھلا کر بولی تھی۔

انہیں اڈاپٹ کیا گیا تھا تو ظاہر سی بات ہے ان کی اڈاپشنز کے پیپر کی کاپی اور مزید کچھ معلومات تمہارے گھر میں موجود ہوں گی۔ اس نے اپنی طرف سے مسئلے کا اسان حل بتایا۔

ہاں موجود ہوں گی لیکن پاکستان میں یہاں نہیں اور تم جانتے ہو کہ میں پاکستان نہیں جا سکتی کیونکہ میں اپنے بھائی کے فیصلوں کی پابند ہوں۔ بے وقوف مسکان زچ ہو کر بولی تھی۔

ڈیٹیلز شام تک تمہیں تمہاری کزن مومنہ بھیج دے گی۔ فون کے دوسری طرف سے آنے والی اواز کے لہجے میں اب سختی تھی۔

اور وہ تمہارے کہنے پر ایسا کیوں کرے گی مسکان نے اپنی طرف سے طنز کرنے کی کوشش کی۔

وہ میرا مسئلہ ہے تمہارا نہیں اگر میں تمہیں کام کرنے پر مجبور کر سکتا ہوں تو میں اسے بھی کر لوں گا اور ہاں کل شام چھ بجے سے پہلے کام ہو جانا چاہیے۔

تم ایسے مجھ پر حکم نہیں چلا سکتے۔ مسکان کا صبر اب جواب دے گیا تھا۔

میں حکم نہیں چلا رہا میں تمہیں اپنا ختمی فیصلہ بتا رہا ہوں لہجہ ہمیشہ کی طرح پرسکون مگر دو ٹوک تھا۔

اب ہم چلتے ہیں منچسٹر سے نیویارک کی طرف۔

اپ اندرا سکتے ہیں مسٹر پیٹر (Peter) دروازے کی دستک پر لیرسا (Larissa) نے اپنے سیکرٹری کو اندرانے کی اجازت دی۔

گڈ مارننگ میم - (Good Morning Mam)

تم مجھے زینب کہہ سکتے ہو اسامہ۔ تم دنیا کے سامنے میرے سیکرٹری ہو گھر میں تم میرے مامو کے بیٹے ہو ہم کزن سے یہ بات یاد رکھنا اور ہم تک بھی۔ زینب کی آواز نرم تھی مگر لہجہ دو ٹوک۔

خیر مجھے یہ بتاؤ کہ میں نے تمہیں ایک کام بولا تھا کیا تم نے وہ کیا۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد زینب نے اس خاموشی کو توڑتے ہوئے اسامہ سے سوال کیا۔ نہیں مجھے محمد کا کوئی پتہ نہیں چلا راہیل انٹی کی بہت ہی زندہ دل اور سوشل لائف تھی ان کی کس فرینڈ نے محمد کو اڈاپٹ کیا ہے یہ پتہ لگانا بہت مشکل ہے اسامہ کے لہجے میں مایوسی صاف جھلک رہی تھی۔ خیر یہ سب باتیں چھوڑو مجھے یہ بتاؤ کہ علیشبہ اور ہانیہ کیسی ہیں۔ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے زینب نے بات بدلنے کی کوشش کی۔ ہاں وہ دونوں تو ٹھیک ہیں لیکن خوش نہیں ہیں کہتی ہیں بھائی اپ واپس اجائیں اپ کے بغیر ہمیں مزہ نہیں آتا اتنی بڑی ہو گئی ہیں۔ ابھی بھی بچوں جیسی حرکتیں کرتی ہیں پتہ نہیں کب میچور ہوں گی بے شک اسامہ بہت عرصے بعد زینب سے مل رہا تھا لیکن وہ دونوں ایسے بات کر رہے تھے جیسے کہ بچپن سے ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہو۔ آخر کار تھے تو وہ بھی کزن ہی اور کزن کتنے بھی دور کیوں نہ رہ لیں لیکن ایک دوسرے کے لیے ان کی بے تکلفی کبھی ختم نہیں ہوتی۔

اچھا آج میں تمہیں اچھا سا ناشتہ کرواتی ہوں آخر کار ہم کزن س اتنے عرصے بعد مل رہے ہیں بڑی بے تکلفی سے زینب نے اسے ناشتے کی افرا کی۔

11 دسمبر دن بارہ بج کر پینتالیس منٹ شہر اسلام آباد سیکٹر ایف-10

بھائی اپ واپس کب آئیں گے یا تو اپ پاکستان آجائیں یا پھر مجھے اپنے پاس مینچسٹر بلا لیں
- اچھا میں نے تمہیں ویڈیو کال اس لیے تو نہیں کی کہ تم میرے سامنے رونا دھونا شروع کر دو
- اپنی شکل تو دکھاؤ فون کے دوسری طرف سے ادریس کی آواز آئی۔ نہیں میں اپ کو اپنی
شکل نہیں دکھاؤں گی۔ مومنہ کے لہجے میں ناراضگی تھی۔

اپنے بھائی کو اپنا چہرہ نہیں دکھاؤں گی۔ ادریس نے نم لہجے میں اس سے کہا اسے لگا تھا شاید ہر
بار کی طرح اس پر بھی مومنہ ایموشنل ہو کر کیرے کے سامنے آجائے گی۔ لیکن آج اس
کے برعکس ہوا تھا نہیں میں اپ کو اپنی شکل نہیں دکھاؤں گی اب وہ اترا کے بولی تھی اس
کے لہجے میں مذاق بھی تھا اور مستی بھی۔ اور تھوڑی دیر بعد اس نے اپنے موبائل کے
کیرے کو ان کر لیا اسے دیکھ کر ادریس کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ ابھری تھی۔
اپ کو تو میری ذرا بھی پرواہ نہیں ہے۔ اپ ہمیشہ میرے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں یہ آواز

مومنہ سلطان کی تھی جو اپنے بھائی کے سامنے شکایتوں کا بکسا کھول کر بیٹھی تھی۔ اس وقت اگر کوئی بھی اسے دیکھ لیتا تو اس کے لیے اس بات پر یقین کرنا مشکل ہو جاتا کہ یہ لڑکی پاکستان کی ٹاپ بزنس وومنس میں سے ایک ہے۔

جلدی اجاؤں گا اور اس بار مجیر کو ساتھ لے کر اؤں گا فون کے دوسری طرف سے ادریس کی اواز ائی وہ دونوں ویڈیو کال پر تھے۔ غیر ارادی طور پر ادریس کے منہ سے مجیر کا نام نکلا۔ واقعی بھائی اپ سچ کہہ رہے ہیں اب مومنہ چہک کے بولی تھی اس کی اواز سے اس کی خوشی کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا وہ ہمیشہ مجیر کے نام پر ایسے ہی خوش ہو جایا کرتی تھی اور کیا مسکان بھی ساتھ ائے گی کب تک ائیں گے اپ سب وہ ایک پر ایک سوال کرتی جا رہی تھی اور ادریس کو اس کا سوال کرنا اچھا لگ رہا تھا۔ اسے دنیا جہاں کی خوشی اپنی بہن کی خوشی میں نظر آتی تھی۔

ابھی مومنہ بات کر رہی تھی کہ اس کا موبائل اف ہو گیا حالانکہ اس کا موبائل فل چارج تھا یہ کیا ہو گیا اسے پہلے تو کبھی ایسے بند نہیں ہوا اور یہ تو فل چارج بھی تھا وہ اپنے موبائل کو ان کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ منہ میں بڑبڑا رہی تھی۔ وہ ابھی اسی الجھن میں پھنسی ہوئی تھی کہ اتنے میں اس کے کانوں کے ساتھ ظہر کی اذان کی اواز ٹکرائی وہ اپنا ہر کام چھوڑ کر واش روم میں چلی گئی۔ وہ ابھی ظہر کی نماز پڑھ کر قرآن پاک کی تلاوت کر رہی

تھی کہ اس کا موبائل زور زور سے بجنے لگا اس نے ایت مکمل کی اور پھر بڑے پیار سے قرآن پاک کو چوما اور ادب کے ساتھ اسے الماری میں رکھ دیا وہاں جہاں اور بھی کچھ اسلامی کتابیں پڑی ہوئی تھی۔ وہ اٹھی اپنے بیڈ کی طرف ائی جہاں اس کا موبائل پڑا ہوا تھا اور پھر اس کے ذہن میں یکدم خیال آیا کہ اس کا موبائل تو بند ہو گیا تھا پھر آخر کو اس سے کال کیسے کر سکتا ہے وہ ابھی انہی سب سوچوں میں گم تھی کہ اسے ایک گیس شناسا نمبر سے کچھ میسج موصول ہوئے وہ میسج پڑھتے ہی اس کے چہرے کے اوپر سے ایک کے بعد ایک رنگ گزرا۔ اور پھر اس نے اوکے کا ٹیکسٹ لکھ کر بھیج دیا میں شام سے پہلے آپ کا سارا کام کر دوں گی۔ میسج بھیجنے کے بعد وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی کہ اتنے میں ادیس کی پھر سے کال آنے لگی اس نے کال پک کی اور مختصر کہا بھائی میں آپ سے تھوڑی دیر میں بات کرتی ہوں وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی اور فوراً اپنی گاڑی میں بیٹھ کے گاڑی کا رخ پاشاہ حویلی کی طرف تھا۔ جو کہ سلطان مینشن سے ایک گھنٹے کی مسافت پر ایک گاؤں میں تھی۔ ابھی وہ گاڑی میں بیٹھ کر دروازہ بند کر رہی تھی کہ اتنے میں اس کے کانوں سے آواز ٹکرائی کہاں جا رہی ہو بچیہ آواز اس کے نانا جان کی تھی معین الدین سلطان کی۔ نانا جان میں ایک ضروری کام سے جا رہی ہوں مجھے دو تین گھنٹے لگ جائیں گے اس کے لہجے میں آج نہ محبت تھی نہ سختی نرم لہجہ تھا اور دو ٹوک جو کہ بہت کم ایسا ہوا کرتا تھا۔ معین الدین سلطان نے بھی موقع کی نزاکت

کو سمجھتے ہوئے اور کوئی سوال نہیں کیا۔ اس نے گاڑی باہر نکالی اس کی گاڑی کا رخ اس کی دوست علیشبہ کے گھر کی طرف تھا علیشبہ ہم ایک جگہ جا رہے ہیں تو تیار ہو جاؤ اس کا ایک ہاتھ سیٹرنگ پر تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے موبائل کان کے ساتھ لگایا ہوا تھا گاڑی اب G-10 کے ایریا میں داخل ہوئی اور ایک گھر کے سامنے جا کر رک گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر علیشبہ بیٹھی ہوئی تھی۔ تم مجھے بتاؤ کہ ہم کہاں جا رہے ہیں علیشبہ کے ان گنت سوال اب شروع ہو چکے تھے۔ ہم حویلی جا رہے ہیں پاشاہ حویلی مومنہ کا جواب مختصر تھا۔ مگر پاشاہ حویلی کیوں آج سے پہلے تو تم نے کبھی وہاں جانے کا ذکر نہیں کیا علیشبہ تجس کے عالم میں اس سے پوچھ رہی تھی۔

مجھے وہاں کچھ کام ہے اور خدا کے لیے اب مجھ سے کوئی سوال مت کرنا میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔

اچھا ٹھیک ہے کوئی اچھا سا گانا ہی لگا دو علیشبہ نے منہ پھلائے اس سے کہا۔ خدا کے لیے علیشبہ اب کچھ مت کہنا اس وقت مجھے سوائے خاموشی کے اور کچھ بھی نہیں چاہیے اس گاڑی میں اگر تم سے خاموش نہیں رہا جاتا تو ابھی کے ابھی اتر جاؤ۔

اچھا ٹھیک ہے نہیں بولتی اب لیکن یہ تو بتاؤ تمہیں ہوا کیا ہے۔ مجھے کچھ بھی نہیں ہوا اگر تم اب کچھ بولی تو خدا کی قسم میں تمہیں اس گاڑی سے باہر نکال دوں گی۔ ایسے ہی لڑتے

جھگڑتے وہ دونوں پاشا حویلی پہنچ چکی تھی۔ وہ جیسے ہی حویلی کے اندر داخل ہوئی تو ان کی خاندانی نوکر رضیہ بی بی فوراً مومنہ کے پاس آئی اور بڑے ادب سے اسے سلام کیا سلام بی بی جی اج آپ یہاں کیسے آگئی۔ رضیہ اماں مجھے کچھ کام تھے اس لیے آئی ہوں۔ جی ٹھیک ہے بی بی جی۔ آپ کے لیے کمرہ صاف کرواؤں بی بی جی آپ رکیں گی بڑے ہی ادب سے رضیہ نے مومنہ سے پوچھا۔

نہیں رضیہ اماں میں رکوں گی نہیں خیر میری دوست ہیں آپ ان کے لیے کچھ کھانے پینے کا انتظام کریں اور مجھے رابیل پھوپھو کا کمرہ کھول دیں میں کچھ دیر انہی کے کمرے میں آرام کروں گی وہ حکم لہجے میں کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی کہ اتنے میں اس کے پیچھے سے آواز۔ جی ٹھیک ہے بی بی جی وہ جلدی سے کہتی ہے اندر چلی گئی۔

تقریباً 10 منٹ بعد مومنہ رابیل پاشا کے کمرے میں موجود تھی اس نے کمرے کو اندر سے لاک کیا ہوا تھا۔

وہ ایک کے بعد ایک الماری دیکھتی جا رہی تھی۔ تقریباً ادھ گھنٹے میں اس نے پورے کمرے کو چھان لیا تھا لیکن اس سے وہ چیز نہیں ملی تھی جس کی اسے تلاش تھی۔ اب اس کا رخ بک شیلف کی طرف تھا۔ شاید اس سے امید تھی کہ اس سے یہاں سے کچھ مل جائے گا۔ وہ ایک کے بعد ایک کتاب نکال کر دیکھتی جا رہی تھی۔ اس نے جیسے ہی آخری کتاب کو باہر

نکال کر دیکھا تو اسکی نظر اس کے پیچھے ایک سیکرٹ لاک پر پڑی وہ کوئی دروازہ تھا یا پھر کوئی لاک اپ دیکھ کر اندازہ لگانا مشکل تھا۔ وہ لاک کو کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھا ہی رہی تھی کہ عصر کی اذان اس کے کانوں سے ٹکرائی اس نے کتاب کو واپس رکھا اور سے باہر آگئی اور نیچے آتے ہی اس نے رضیہ بی بی کو آواز لگائی۔

جی بی بی جی آپ نے بلایا بڑے آداب سے سر جھکائے وہ ہاتھ باندھنے کھڑی تھی۔

میں آج یہیں رکوں گی آپ رابیل پھوپھو کا کمرہ اچھے سے صاف کروادے۔

جی ٹھیک ہے بی بی جی جیسا آپ چاہیں۔ اب میں جاؤں؟

ہاں اب جائیں۔ وہ مومنہ سلطان تھی اس کا لہجہ میں نرمی مگر لہجہ حکمیہ ہوتا تھا۔

اب مومنہ کا رخ گیسٹ روم کی طرف تھا۔ وہ گیسٹ روم میں داخل ہوئی اور گیسٹ روم کا

ماحول دیکھ کے اس کا دماغ گھوم گیا۔ عیشہ نے سامنے LED پر فل والیم (Volume) پہ

گانے سن رہی تھی اور اسی کے ساتھ رقص (Dance) بھی کر رہی تھی۔ مومنہ کو دیکھتے ہی

اس نے آواز (Mute) کر دی۔

ارے مومنہ تم تمہارا کام ہو گیا۔ اب جلدی چلو میں یہاں بہت بور ہو رہی ہوں۔

تو میری گاڑی کی چابی لو اور تم گھر چلی جاؤ میں آج نہیں آؤں گی۔ وہ خود کے اوپر ضبط کرتے ہوئے عیشہ سے کہہ رہی تھی۔

کیا مطلب تم نہیں جا رہی تم جانتی ہو مجھ سے اکیلے سفر نہیں ہوتا۔

ٹھیک ہے پھر ایسا کرو تم بھی آج چاہتی ہیں رک جاؤ۔ وہ اتنا کہتے کمرے سے باہر نکل گئی۔

20 منٹ بعد وہ جائے نماز پر کھڑی عصر کی نماز ادا کر رہی تھی۔ عصر کی نماز کے فوراً بعد وہ

نیچے یہاں حویلی کے لاؤنج میں آگئی عیشہ وہاں بیٹھی چائے پی رہی تھی۔ عیشہ کو دیکھتے ہی

اس نے عیشہ سے سوال کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی۔

نہیں میں نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی۔ وہ لاپرواہ سے انداز میں کہتی پھر سے چائے پینے لگی

جیسے اسے فکر ہی نہ ہو۔ ویسے مومنہ ہم یہاں کل تک کیا کرنے والے ہیں۔ میں پہلے ہی بہت

بور ہو رہی ہوں۔ ہر بار کی طرح عیشہ نے ایک اور نیا سوال کیا۔

تم فکر مت کرو تم بور نہیں ہوگی۔

اگر واپس ہم نیویارک کے ایک شاندار ہوٹل میں ہو رہے ایوارڈ شو کی طرف آئیں تو شارٹ بلیک سلیو لیس گاؤن

(Short Black Sleeve less gown) کے ساتھ کانوں میں ڈائمنڈ ایئر رنگز پہنے بال کو کھلا چھوڑے ہوئے لیرسا ویس کسی سلطنت کی شہزادی نظر آرہی تھی وہاں ہالی وڈ کی تمام مشہور ایکٹرز موجود تھی مگر نظر صرف لیرسا پر آکر ٹھہرتی تھی ایوارڈ شو کو شروع ہوئے تقریباً یہ دوسرا گھنٹا تھا ایوارڈ سرمنی شروع ہو چکی تھی۔ مگر اب اگر وہاں کسی انسان کی کمی تھی تو وہ لیرسا ویس تھی جو دس منٹ پہلے تک وہی موجود تھی۔

سٹیج کی طرف او تو سٹیج پر تو دو قابل اور نوجوان ایکٹرز جو لیرسا کے ساتھ سٹرینجر تھنگز سیریز میں کام کر چکے تھے اور مستقبل میں بھی کرنا تھا۔ Noah Schnapp اور Joo Keery نے اپنی سٹیج دینا شروع کی۔

We are honoured to present the award best performance by female actresses in the series and movies . The nominees in this category have taken us on a journey with their performance is this year . Some had flying us through the Solar System with rebels . And the other took us on the magical forway lands like PITTSBURGH . Okay that not might be a magical land but go stealers . The Best Female lead Actress Award

2024 And the nominations are : Scarlett Johansson , Jennifer Lawrence , Larissa

Weems, Gal Gadot So here's tonight nominees And The Oscar goes to Larissa

Weems.

تالیوں کی اواز میں سب کی نظریں اب مڑ مڑ کے پیچھے جا رہی تھی کہ اتنے میں ہلکا ہلکا سا میوزک سنارٹ ہوا اور آڈینس کے بیچ سے لیرسا کھڑی ہو کر ڈانس کرتی ہوئی سیٹج کی طرف بڑھی۔ اس کے ارد گرد بیٹھے لوگ حیرانی کے عالم میں اس پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ سیٹج پر جا کے اس نے اپنا ایوارڈ وصول کیا اس وقت ساری نظریں ایک 28 سالہ لڑکی لیرسا ویس کی طرف تھی کسی کی نگاہ میں خوشی تھی تو کسی کی نگاہ میں حسد آخر پچھلے 8 سالوں سے اس ایوارڈ پر لیرسا ویس کا جو نام تھا ایوارڈ شو سے فری ہو کر جب لیرسا واپس ہوٹل کے روم میں آئی تو اس کی نظر صوفے پر سوتے ہوئے اسامہ پر پڑی جس کے سامنے والے ٹیبل پر لیپ ٹاپ رکھا ہوا تھا۔ لیرسا کا لیپ ٹاپ اس نے اسامہ کو جاننے کی زحمت نہیں کی آخر دشمنوں سے بھری اس دنیا میں اگر وہ آنکھ بند کر کے بھروسہ کر سکتی تھی تو وہ اسامہ تھا۔ اس نے لیپ ٹاپ اٹھایا اور اپنے بیڈ کی طرف بڑھ گئی سامنے ایک میسج ٹائپ تھا جس میں صرف یہاں تک ہی لکھا گیا تھا کہ میں لیرسا کا پرسنل سیکریٹری ہو اور آپ کو لیرسا کے لیے ایک لڑکے کو سٹاک کرنا ہے۔ لیرسا نے اسے بیک کر دیا۔

آخر کون ہے وہ لڑکا جس کی پرسنل ڈیٹیلز اسامہ کو چاہیے۔ کیا اسامہ کو محمد مل گیا ہے؟ یا یہ میرا نام استعمال کر کے کسی اور کے بارے میں جاننا چاہ رہا ہے ایک کے بعد ایک سوچ اس کے ذہن میں آتی جا رہی تھی۔

کہ اتنے میں اسے گی گی ہدید (Gigi Hadid) کا میسج موصول ہوا۔ ہالی وڈ کی مشہور ماڈل ہم کال بنگ (Clubbing) کے لیے جا رہے ہیں تم بھی ہمیں جوائن کرو آفٹر آل (After All) یہ تمہارے لیے بھی خوشی کا موقع ہے۔ وہ منع کرنا چاہ رہی تھی لیکن نہیں کر پائی اس بات سے انجان کے اب اس کی قسمت ایک نیا رخ لینے والی ہے۔ اوکے پھر میں تمہیں لوبی میں ملتی ہو اتنا کہتے ہی لیرسا نے فون بند کر دیا۔ وہ الماری کی طرف ائی الماری کا دروازہ کھولتے ہی اس نے ایک نظر صوفے پر سوتے ہوئے اسامہ پہ ڈالی دشمنوں سے بھری اس دنیا میں اس نے اسامہ پر بھروسہ کر کے کہیں غلطی تو نہیں کر دی اچانک سے اس کے ذہن میں ایک نئے خیال نے جنم لیا۔ اس نے اپنا سر جھٹکا اور الماری میں کوئی دریس دیکھنے لگی۔ آخر میں اس نے ایک ڈارک ریڈ کلر کی شورٹ فارک پہن لی باہر سردیوں کی راتیں تھی لیکن اسے اس کی پرواہ کہاں

ہائے یہ خوبصورتی

12 دسمبر رات گیارہ بج کر تیس منٹ اسلام آباد سے محض ایک گھنٹے کی مسافت پر واقع گاؤں میں قائم بنی پاشاہ حویلی اس وقت غیر معمولی خاموشی اوڑھے ہوئے تھی، مگر اس خاموشی کے پس پردہ کئی کہانیاں سانس لے رہی تھیں۔ حویلی کے وسیع ڈرائنگ روم میں اس وقت چار ایسی شخصیات موجود تھیں جن کے نام اپنی اپنی دنیا میں طاقت، ذہانت اور اثر و رسوخ کی علامت سمجھے جاتے تھے۔

مومنہ سلطان – پاکستان کی مشہور ترین بزنس وومین اور نامور فیشن ڈیزائنر، جس کی سوچ اور فیصلے مارکیٹ کے رجحانات بدل دینے کی طاقت رکھتے تھے۔

علیشہ راجپوت – پاکستان کی سب سے ذہین اور فطین لڑکی، کسی نامعلوم سلطنت کی شہزادی، ایک حسین فریب اور اپنی مہارت میں بے مثال سرجن، جس کی مسکراہٹ کے پیچھے رازوں کا ایک جہان آباد تھا۔

زاویار حیدر علی شاہ۔ پاکستان کا معروف سیاست دان اور آج کے نوجوانوں کے لیے ایک زندہ مثال، جس کے الفاظ میں خواب اور لہجے میں قیادت بولتی تھی۔

اور زہرا حیدر علی شاہ۔ خاموش، گہری نظر رکھنے والی، ایک بہترین اسٹاکر، جو بولنے سے زیادہ دیکھنے اور سمجھنے پر یقین رکھتی تھی۔

مگر اس محفل کی تکمیل ابھی باقی تھی۔ سب کی نظریں دروازے کی سمت اٹھتی تھیں، جہاں ایک پانچویں شخصیت کا انتظار تھا۔ عالیان سکندر۔

پاکستان کا بہترین ڈیفینس لائر، اور اسلامک یونیورسٹی آف اسلام آباد کے لاء اینڈ شریعہ ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ۔ ایک ایسا نام جس کی موجودگی ہی انصاف، علم اور طاقت کے توازن کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

پاشا حویلی سے باہر نکل کر اسی گاؤں کی داخلہ سڑک کی طرف آؤ تو گاؤں میں دو گاڑیاں داخل ہو رہی تھیں پہلی جہانگیر سلطان کی جسے حماد سلطان ڈرائیو کر رہا تھا اور اس کے پیچھے دوسری گاڑی میں عالیان سکندر تھا۔

12 دسمبر رات گیارہ بج کر پینتالیس منٹ اب رابیل پاشا کے کمرے میں پانچ لوگ موجود تھے

اور پاشا حویلی سے دس منٹ کے فاصلے پر واقع سلطان حویلی کی طرف آؤ تو وہاں اس وقت تین وجود تھے۔

جہانگیر سلطان معین الدین سلطان کی دوسری بیوی سے پہلی اولاد

شاہ زیب سلطان معین الدین سلطان کی دوسری بیوی سے تیسری اولاد حماد سلطان معین الدین سلطان کی آخری اولاد اور انتظار تھا خدیجہ سلطان کا معین الدین سلطان کی دوسری بیوی سے دوسری اولاد اور حیدر علی شاہ کی بیوی زاویار اور زہرا کی ماں کا 12 دسمبر رات گیارہ بج کر پچپن منٹ پاشا حویلی کے دروازے پر ایک گاڑی رکی گاڑی کا شیشہ نیچے ہوا اور سامنے واضح ہونے والا چہرہ خدیجہ سلطان کا تھا۔

چونکہ معین الدین سلطان کا تعلق شروع سے ہی حویلیوں اور پرانے رتی رواجوں پر عمل کرنے والے خاندانوں میں ایک سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے پہلی شادی انہوں نے اپنی مرضی کی کی تھی اور دوسری شادی مجبوراً خاندان کی لڑکی کے ساتھ کرنی پڑی۔

ان کی پہلی بیوی کائنات خانم سے ان کی دو اولادیں تھیں احمد سلطان۔ سلطان انڈسٹری کا مالک اور معین الدین سلطان کا وہ بیٹا جنہیں انہوں نے اپنا وارث چنا تھا۔ محمد سلطان اور زینب سلطان کا باپ اور ان کی بیٹی مہوش سلطان۔ مومنہ سلطان اور ادریس سلطان کی

ماں خدیجہ سلطان کے چہرہ کو دیکھ کر صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس پر کئی پلاسٹک سرجریز ہوئی ہیں۔ انگلی کے اشارے سے اس نے چوکیدار کو اپنے پاس بلایا۔

کیا مجیر پاشا لندن سے واپس آگیا ہے۔ چوکیدار کے قریب آتے ہی اس نے سوال کیا۔
نومیم اندر مومنہ بی بی اور ان کے کچھ دوست آئے ہیں۔ اچھا ٹھیک ہے اتنا کہتے ہی اس نے ڈرائیور کو گاڑی چلانے کا اشارہ کیا۔

12 دسمبر رات گیارہ بج کر تیس منٹ اسلام آباد سے محض ایک گھنٹے کی مسافت پر واقع گاؤں میں قائم بنی پاشاہ حویلی اس وقت غیر معمولی خاموشی اوڑھے ہوئے تھی، مگر اس خاموشی کے پس پردہ کئی کہانیاں سانس لے رہی تھیں۔ حویلی کے وسیع ڈرائنگ روم میں اس وقت چار ایسی شخصیات موجود تھیں جن کے نام اپنی اپنی دنیا میں طاقت، ذہانت اور اثر و رسوخ کی علامت سمجھے جاتے تھے۔

مومنہ سلطان۔ پاکستان کی مشہور ترین بزنس وومین اور نامور فیشن ڈیزائنر، جس کی سوچ اور فیصلے مارکیٹ کے رجحانات بدل دینے کی طاقت رکھتے تھے۔

علیشبہ راجپوت۔ پاکستان کی سب سے ذہین اور فطین لڑکی، کسی نامعلوم سلطنت کی شہزادی، ایک حسین فریب اور اپنی مہارت میں بے مثال سرجن، جس کی مسکراہٹ کے پیچھے رازوں کا ایک جہان آباد تھا۔

زاویار حیدر علی شاہ۔ پاکستان کا معروف سیاست دان اور آج کے نوجوانوں کے لیے ایک زندہ مثال، جس کے الفاظ میں خواب اور لہجے میں قیادت بولتی تھی۔

اور زہرا حیدر علی شاہ۔ خاموش، گہری نظر رکھنے والی، ایک بہترین اسٹاکر، جو بولنے سے زیادہ دیکھنے اور سمجھنے پر یقین رکھتی تھی۔

مگر اس محفل کی تکمیل ابھی باقی تھی۔ سب کی نظریں دروازے کی سمت اٹھتی تھیں، جہاں ایک پانچویں شخصیت کا انتظار تھا۔ عالیان سکندر۔

پاکستان کا بہترین ڈیفینس لائر، اور اسلامک یونیورسٹی آف اسلام آباد کے لاء اینڈ شریعہ ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ۔ ایک ایسا نام جس کی موجودگی ہی انصاف، علم اور طاقت کے توازن کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

پاشا حویلی سے باہر نکل کر اسی گاؤں کی داخلہ سڑک کی طرف آؤ تو گاؤں میں دو گاڑیاں داخل ہو رہی تھی پہلی جہانگیر سلطان کی جسے حماد سلطان ڈرائیو کر رہا تھا اور اس کے پیچھے دوسری گاڑی میں عالیان سکندر تھا۔

12 دسمبر رات گیارہ بج کر پینتالیس منٹ اب راتیل پاشا کے کمرے میں پانچ لوگ موجود تھے

-

اور پاشا حویلی سے دس منٹ کے فاصلے پر واقع سلطان حویلی کی طرف آؤ تو وہاں اس وقت تین وجود تھے۔

جہانگیر سلطان معین الدین سلطان کی دوسری بیوی سے پہلی اولاد

شاہ زیب سلطان معین الدین سلطان کی دوسری بیوی سے تیسری اولاد

حماد سلطان معین الدین سلطان کی آخری اولاد

اور انتظار تھا خدیجہ سلطان کا معین الدین سلطان کی دوسری بیوی سے دوسری اولاد اور حیدر

علی شاہ کی بیوی زاویار اور زہرا کی ماں کا

12 دسمبر رات گیارہ بج کر پچپن منٹ پاشا حویلی کے دروازے پر ایک گاڑی رکی گاڑی کا شیشہ

نیچے ہوا اور سامنے واضح ہونے والا چہرہ خدیجہ سلطان کا تھا۔

چونکہ معین الدین سلطان کا تعلق شروع سے ہی حویلیوں اور پرانے رتی رواجوں پر عمل

کرنے والے خاندانوں میں ایک سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے پہلی شادی انہوں نے اپنی

مرضی کی کی تھی اور دوسری شادی مجبوراً خاندان کی لڑکی کے ساتھ کرنی پڑی۔

ان کی پہلی بیوی کائنات خانم سے ان کی دو اولادیں تھی

احمد سلطان - سلطان انڈسٹری کا مالک اور معین الدین سلطان کا وہ بیٹا جنہیں انہوں نے اپنا وارث چنا تھا - محمد سلطان اور زینب سلطان کا باپ اور ان کی بیٹی مہوش سلطان - مومنہ سلطان اور ادریس سلطان کی ماں خدیجہ سلطان کے چہرہ کو دیکھ کر صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس پر کئی پلاسٹک سرجریز ہوئی ہیں - انگلی کے اشارے سے اس نے چوکیدار کو اپنے پاس بلایا -

کیا مجیر پاشا لندن سے واپس آگیا ہے - چوکیدار کے قریب آتے ہی اس نے سوال کیا -
نومیم اندر مومنہ بی بی اور ان کے کچھ دوست آئے ہیں - اچھا ٹھیک ہے اتنا کہتے ہی اس نے ڈرائیور کو گاڑی چلانے کا اشارہ کیا -

انگلینڈ، مینچسٹر

12 دسمبر رات پورے آٹھ بجے

ایک اور فون کال

تمہیں ایک کام بولا تھا تم اب تک وہ نہیں کر سکی فون کے دوسری طرف سے آنے والی آواز میں سختی اور غصہ دونوں تھا۔

میں انسان ہو کوئی جن نہیں اور جب تک مجھے مومنہ ڈیٹیلز نہیں بھیج دیتی میں تمہارا کام کیسے کر سکتی ہوں۔

اور ائندہ اگر مجھ سے اس لہجے میں بات کی تو یاد رکھنا مسکان پاشا کو تم تک پہنچنے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا میں تمہارے حلق سے تمہاری زبان کھینچ لوں گی مجھے اس لہجے میں بات سننے کی عادت نہیں ہے اگر تمہیں میرے ساتھ کام کرنا ہے تو کرو ورنہ تم جا سکتے ہو اور چاہو تو میری حقیقت میرے بھائی کو بھی بتا سکتے ہو مسکان پاشا کسی سے نہیں ڈرتی۔ اس کی آنکھیں بے خوف تھی چہرہ بے تاثر تھا۔ اب مجھے فون کرنے کی ضرورت نہیں ہے جب میں تمہارا کام کر لوں گی تو میں خود تمہارے ساتھ رابطہ کر لوں گی اور ہاں ایک بات اور میں تمہارا کام اس لیے نہیں کر رہی کہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ مجھے میرا بھائی چھوڑ دے گا بلکہ صرف اس لیے کر رہی ہو کیونکہ مسکان پاشا نے ہمیشہ حق اور سچ کے بقا کی جنگ لڑی ہے اس لیے ائندہ مجھے دھمکی تو بالکل بھی مت دینا۔

13 دسمبر رات بارہ بج کے دس منٹ

پاشا حویلی میں موجود اس پاکستان کے سب سے قابل وجود اور ان کی نظریں ایک دروازے پہ ایک خفیہ دروازے پر جو رابیل پاشا کے کمرے کی بوک ریک کے پیچھے نسب تھا۔ آخر اس دروازے کے پیچھے کون کون سے راز دفن تھے۔ یہ دروازہ اپنے پیچھے کتنے راز دفن کر کے بیٹھا تھا اس دروازے نے دہر کے کون سے باب کو کھولنا تھا۔

دروازے کے عین وسط (درمیان) میں خوبصورت انداز میں لکھا تھا۔

"محبت یا؟؟؟؟"

ہر سوالیہ نشان اپنے اندر لیے بیٹھا ہے ایک انجان کہانی کا آغاز اور اختتام۔

تمہارا کیا خیال ہے عالیاں اس کا پاسورڈ کیا ہو سکتا ہے

سوال زاویار کی جانب سے پوچھا گیا تھا۔

مجھے کیسے معلوم ہوگا مجھ پر الہام تھوڑی ہوتے ہیں اس نے بالکل روکھے انداز میں جواب

دیا۔

ویسے ہونا تو چاہیے عالیاں بھائی۔ اخر اتنی نیک و پارسا شخصیت ہیں آپ۔ اب جواب زہرا

کی طرف سے آیا تھا۔

تمہارا بھائی کم تھا جواب تم بھی ساتھ شامل ہو گئی ہو۔

عالیاں ویسے ایک بات تو بتاؤ یہ تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض بیویوں کی طرح منہ کیوں بنا

لیتے ہو علیشبہ نے انتہائی معصومیت سے سوال کیا

علیشبہ کی بچی تم بھی اسے اب چڑھ رہی تھی۔

وہ سب اسے اس کی پرہیزگاری کے تانے دے رہے تھے

تمہیں کچھ نہیں کہنا عالیاں نے مومنہ کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

مجھے ان سب فضولیات کے علاوہ اور بھی بہت سے کام ہیں میں نے یہاں تم لوگوں کو جس

کام کے لیے بلایا تھا تم سب اس کی طرف دھیان دو تو زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر تم لوگوں کا

دل نہیں ہے تو میری طرف سے جہنم میں جاؤ چلو اب جس کام کے کو کرنے اے ہیں پہلے
اسے پنٹاے ہیں۔

ویسے مومنہ جیسا کہ یہ دروازہ بک ریک کے پیچھے تھا تو شاید کسی بک کے اندر کوڈ بھی لکھا ہو
عالیان نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔
لیکن۔۔۔۔۔

ایک منٹ

زاویار نے کچھ کہنا چاہا کہ اتنے میں علیشہ نے اس کی بات کاٹ دی۔ مومنہ مجھے ایک کاپی
اور پین دو اتنا کہتے ہی اس نے پھر سے اپنی توجہ دروازے پر مرکوز کر لی
مومنہ نے اس کے ہاتھ میں ایک نوٹ پیڈ اور پین پکڑا دیا

علیشہ نوٹ پیڈ پہ اب کچھ لکھ رہی تھی اس نے چار ہندسے لکھے اور واپس پلٹ گئی اس نے
ان چاروں کو اپنے پاس بلایا اور پھر انھیں دروازے کی طرف دیکھنے کو کہا۔

یہ دیکھو دروازے کے چاروں کونوں پر ایک ہندسہ (Digit) لکھا ہوا ہے۔ وہ دیکھو سب سے
پہلے اوپر بائیں کونے پر 2 اور پھر پھر دائیں کونے کی طرف دیکھو 0 لکھا ہوا ہے اور اسی طرح
نیچے بھی 2 اور 4 لکھا ہوا ہے۔ اور اگر ان چاروں کو ایک ساتھ ملا کر لکھے تو

2024 یعنی کہ موجودہ سال بنتا ہے۔

تم جو بھی کہنا چاہتی ہو صاف صاف کہو مومنہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔

میرا مطلب ہے تمہاری پھوپھو نے اس دروازے کا لاک اپنی پریڈیکشن (Prediction) پر لگایا ہے۔

مطلب؟؟؟ عالیاں نے ایک سوالیہ ابرو اچکاتے ہوئے سوال کیا۔

میرا مطلب ہے کہ انہیں پہلے سے ہی اس بات کا اندازہ تھا کہ ہم لوگوں میں سے جو بھی اس دروازے کے راز کو کھولنے آئے گا وہ 2024 میں ہی آئے گا یا انہوں نے اپنے پیچھے کوئی ایسا انسان چھوڑا ہے جس نے مومنہ کو آج کی ہی تاریخ میں یہاں آنے پر مجبور کیا ہے۔ اور وہ ان کا بیٹا تو نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ادریس کیونکہ تب وہ دونوں صرف پانچ سال کے تھے جب رابیل انٹی کی وفات ہوئی تھی۔

ان چاروں نے 'تو پھر کون ہو سکتا' والی نظر علیشہ پر ڈالی

شاید ان کا کوئی بہت پرانا اور وفادار دوست کیونکہ ان کی موت چوبیس سال پہلے ہوئی تھی۔

تم صاف صاف بات کیوں نہیں کر رہی ہمارے پاس وقت بہت کم ہے مومنہ کا صبر جواب دے گیا تھا۔

مطلب کہ اس دروازے کا پاسورڈ کوئی تاریخ ہے اور وہ بھی صرف اسی مہینے کی آدھی پہیلی تو حل ہو گئی ہے اور ادھی رہ گئی ہے۔

تم آج کی تاریخ ڈال کر دیکھو زہرانے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

روکو میں ڈالتا ہوں یا فوراً دروازے کی طرف بڑھا اس نے آج کی تاریخ ڈالی لیکن سکرین پر پاسورڈ ایرر (Password Error) ظاہر کیا گیا۔

مومنہ تم اپنے بھائی سے بات کر کے دیکھو عیشہ نے اسے مشورہ دیا۔

روکو میں بھائی کو کال کرتی ہو۔

12 دسمبر انگلینڈ، مینچسٹر، رات نو بج کر دس منٹ۔

دائنگ ٹیبل پر تین لوگ موجود تھے۔

سربراہی کرسی پر بیٹھا مجیر پاشا۔

گہری سرمئی آنکھیں جن میں نہ سرد مہری تھی نہ نرمی بلکہ ایک ایسی خاموش گہرائی جو سامنے والے کو ٹھہر کر دیکھنے پر مجبور کر دے آنکھوں کے نیچے چھپا سکون گویا کئی طوفانوں کا گواہ تھا

-

اٹھی ہوئی ناک اس کی انا پرستی کی گواہ تھی اس کے وقار اور اس کی خود اعتمادی کی علامت جیسے اس نے کبھی حالات کے سامنے سر جھکانا سیکھا ہی نہ ہو اس کی شخصیت کا وقار بلند اوازیں اعلان نہیں کرتا تھا بلکہ خاموشی سے اپنی موجودگی منوالیتا تھا۔ وہ جب نظر اٹھاتا تو یوں لگتا جیسے سامنے والا خود کو بے نقاب محسوس کرنے لگے اس کی شخصیت میں ایک عجیب سا رعب تھا ایسا رعب جو ڈراتا نہیں بلکہ کھینچتا تھا۔ اس کی کامیابیاں لفظوں کی محتاج نہیں تھیں وہ جہاں کھڑا ہوتا تھا وہاں فضا بدل جایا کرتی تھی

اس وقت اس کے جسم پر موجود ایک ایک چیز مہنگی اور برانڈڈ تھی وہ گوری رنگت اور دراز قد کا مالک تھا۔ انتیس سالہ نوجوان مجیر پاشا ایک کامیاب بزنس مین اسے وہی لوگ پسند آتے تھے جو اس کے سامنے جھک کر بات کرتے تھے اسے خود سریا انا پرست کہنا غلط نہیں ہوگا گھمنڈی لفظ بھی اس کے مزاج پر خوب سیٹ ہوتا تھا۔ کیونکہ بزنس کی دنیا میں اپنے نام کا وہ واحد تھا اس کے سامنے کوئی بھی اس کے مد مقابل کھڑا نہیں ہو سکتا تھا اور پیسوں کی بھی اس کے پاس کوئی کمی نہیں تھی۔

اس کی دائیں طرف بیٹھا ادریس سلطان۔

لمبے قد کا وجیہہ نوجوان تھا جو لندن کی فضا میں پلا بڑھا تھا، مگر اس کی شخصیت میں مشرقی تہذیب اور اسلامی وقار پوری طرح رچا بسا تھا۔ اس کی سیاہ آنکھیں گہری اور پُرکشش تھیں، جن میں اعتماد اور وقار کی چمک نمایاں رہتی۔ بال قدرتی طور پر گھنگریالے تھے جو اس کے چہرے کے گرد خوبصورتی سے بکھرے رہتے۔ ہلکی سی تراشی ہوئی داڑھی اور ہلکی ہلکی مونچھیں، جو ہونٹوں کے اوپر نرم انداز میں گری ہوئی تھیں، اس کے چہرے کو مزید دلکش بنا دیتی تھیں۔

اس کی گندمی رنگت میں ایک صحت مند چمک تھی، اور جب وہ مسکراتا تو اس کے گالوں پر بننے والے ڈمپل اس کی شخصیت میں ایک معصوم سی کشش بھر دیتے تھے۔ چہرہ حد درجہ پرکشش ہونے کے باوجود بناوٹ سے پاک، سادگی اور شرافت کی خوبصورت تصویر تھا۔

اور بائیں طرف بیٹھی مسکان پاشا۔

گندمی رنگت، نیلی آنکھیں اور پرکشش چہرہ۔ تیکھی ناک اور متوازن خدو خال کے ساتھ وہ کامل حسن کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے حسن کے تمام خزانے قدرت نے سمیٹ کر اسی ایک وجود پر نچھاور کر دیے ہوں۔ اس کے چہرے پر ٹھہری معصومیت دنیا کو دھوکا دینے کے لیے کافی تھی؛ ایک ایسی معصومیت جو دیکھنے والے کو یہ یقین دلا دیتی کہ وہ نازک، سادہ اور بے خبر سی لڑکی ہے۔

پچیس سالہ یہ حسین لڑکی بظاہر یونیورسٹی آف منچسٹر میں ایل ایل بی کی طالبہ سمجھی جاتی تھی، مگر حقیقت اس کے برعکس تھی۔ اپنے ہی بھائی کی نظروں سے اوجھل رہتے ہوئے وہ کمپیوٹر سائنس میں ماسٹرز مکمل کر چکی تھی۔ ایک ایسا راز جو اس کی ذہانت، جرات اور خود مختار سوچ کا ثبوت تھا۔ وہ لڑکی جو دنیا کو صرف اپنی خاموش مسکراہٹ اور جھکی نظروں سے پہچان کرواتا تھی، درحقیقت ایک مضبوط اور غیر معمولی ذہن کی مالک تھی۔

مگر شاید اس کی آنکھوں کا یہ نیلا رنگ ہی سب سے بڑا فریب تھا۔ ایک ایسا پردہ جو مسکان پاشاہ کی آنکھوں کے اصل رنگ کو، اور اس کی شخصیت کے گہرے رازوں کو چھپائے ہوئے تھا۔ کیونکہ وہ آنکھیں صرف خوبصورت ہی نہیں تھیں، وہ سوال بھی کرتی تھیں،

خواب بھی دیکھتی تھیں، اور وقت آنے پر دنیا کے بنائے ہوئے اصولوں کو چیلنج کرنے کی ہمت بھی رکھتی تھیں۔

اپ کا سفر کیسا گزرا بھائی مسکان نے ٹیبل پر پھیلی ہوئی خاموشی کو توڑا ٹھیک گزرا ہے تم بتاؤ کیسی ہو مجیر نے سرسری سا اور مرا ہوا جواب دیا۔

میں بالکل ٹھیک۔

مجھے اپ سے کچھ بات کرنی تھی بھائی وہ جانتی تھی کہ اس کے بھائی کو تمہید نہیں پسند اس لیے اس نے بغیر تمہید کے کہنا شروع کیا۔

بات پھر کبھی کر لینا شہزادی اج میں تھوڑا تھکا ہوا ہوں

وہ دونوں ابھی بات کر رہی تھے کہ ادیس کے فون کی گھنٹی بجنے لگی اس نے سکرین کی طرف دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ ابھری وہ ایکسیکوز می (Excuse Me) کہتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

مجیر بھی اپنا کھانا کھا چکا تھا سو وہ بھی تھوڑی دیر بعد اٹھ کھڑا ہوا مسکان نے بھی تقریباً کھانا کھا لیا تھا لیکن اسے ابھی تھوڑی بھوک باقی تھی لیکن اپنے بھائی کو کھڑا ہوتا ہوا دیکھ کر وہ بھی کھڑی ہو گئی۔ بھائی کیا آپ کے پاس پانچ منٹ بھی نہیں ہے مجھے آپ سے اجازت چاہیے تھی۔

کس چیز کی اجازت کرے کی طرف جاتے ہوئے مجیر نے مڑ کر مسکان کی طرف دیکھا۔
بھائی میں پاکستان جانا چاہتی ہوں اس کی اوازیں صاف صاف لرزش تھی۔
اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال دو اور دوبارہ کبھی میرے سامنے اس کا ذکر مت کرنا اگر کھانا کھا چکی ہو تو اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔ اگر سیڑھیاں چڑھ کر پہلے کمرے کی طرف جاؤ تو کمرے میں ادیس فون کان سے لگائے مومنہ سے بات کر رہا تھا۔

میرا بچہ تم ابھی تک جاگ رہی ہو رسمی سلام دعا کے بعد ادیس نے مومنہ سے سوال کیا

بھائی مجھے نیند نہیں ارہی تھی اور ویسے بھی میں پاشا حویلی آئی ہوں اپنے دوستوں کے ساتھ
مومنہ نے بالکل بچگانہ انداز میں جواب دیا ظاہر ہے اس پوری دنیا میں ایک ادریس ہی تھا جس
کے سامنے وہ بالکل بچہ بن جاتی تھی

ویسے لگتا ہے آج پاکستان میں سورج مغرب کی جانب سے نکلا تھا ادریس نے اس سے ایسے
سوال کیا جیسے کہ آج سورج واقعی مغرب کی جانب سے نکلا ہو

ایسا نہیں ہے بھائی پر آپ کو ایسا کیوں لگ رہا ہے آپ کے سوال میں سوال کم اور تصدیق
زیادہ مانگی جا رہی ہے

وہ کیا ہے نا پاکستان کی سب سے بڑی بزنس وومن اس دنیا کی اتھائی مصروف ترین لڑکی آج
اپنے دوستوں کے ساتھ اوٹنگ پر آئی ہے بڑی عجیب بات ہے خیر یہ بتاؤ کہ رات کے اس
وقت فون کیوں کیا ہے۔

بھائی وہ میں نے آپ سے ایک بات پوچھنی تھی۔

ایک کیوں دو باتیں پوچھو ویسے بھی اگر میں تمہیں کہہ دوں گا کہ میں نہیں بتا رہا تو کون سا تم نے
نہیں پوچھنی پوچھنا تو تم نے پھر بھی ہے۔

بھائی ایم ویری سیریس مومنہ نہ روٹھے انداز میں کہا۔

اچھا بابا پوچھ لو نہیں کہتا اب کچھ۔

بھائی دسمبر میں کچھ خاص ہوا تھا کیا۔

دسمبر میں کچھ خاص ہوا تھا مطلب ادریس نے جیسے اسے وضاحت چاہی۔

مطلب بھائی اج کل کی کسی تاریخ میں کوئی خاص بات ہوئی تھی کسی کی سالگرہ

کسی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ بولتے بولتے رکی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کسی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور یس نے مزید وضاحت چاہی

بھائی میں اتنی بڑی بات کیسے بھول سکتی ہوں او میرے خدایا اللہ اللہ یہ کیا ہو گیا میں اتنی بڑی بات کیسے بھول گئی وہ منہ کی منہ میں بڑبڑانے لگی اور ساتھ ساتھ اپنے آپ کو کوسنے لگی۔

اللہ اللہ لڑکی بتاؤ گی بھی کیا ہوا ہے کیوں خود کو اتنا کوس رہی ہو ادریس پریشان ہوا۔

بھائی 14 تاریخ کو میرے اور مجیر کے نکاح کی سالگرہ ہے اور میں اتنی بڑی بات کیسے بھول

گئی کل رات 12 کے بعد میری زندگی کا اتنا خاص دن ہے اور میں وہی بھول گئی اللہ اللہ

اب میں کدھر جاؤں میرے اس گناہ کی کوئی معافی نہیں ہے۔

اوپاگل لڑکی چپ کر جاتی تھی کوئی بڑی بات نہیں ہے ابھی پورا ایک دن پڑا ہے تمہیں کل

خود ہی یاد ا جانا تھا جاؤ اور جا کر سو جاؤ اف اللہ کیا کروں میں اس لڑکی کا پریشان کر کے رکھ

دیتی ہے چلو اب میں فون رکھ رہا ہوں اور یس نے اتنا کہا ہی تھا کہ اس کے کمرے کا دروازہ
کھلا اور مجیر پاشا کمرے میں داخل ہوا۔ اس کو دیکھتے ہی اوریس اٹھ کھڑا ہوا پتہ نہیں کیوں
لیکن مجیر پاشا سب کے لیے خاص تھا شاید اس لیے کہ وہ ہو بہو ایاں پاشا کے جیسا تھا اس
کے چلنے کا اس کے بولنے کا اس کے دیکھنے کا انداز سب کچھ۔ اور شاید مومنہ کے لیے بھی وہ
اسی لیے خاص تھا کیونکہ وہ ہو بہو اس کے باپ جیسا تھا۔

اگر واپس پاکستان پاشا حویلی کی طرف آؤ تو مومنہ کو چھوڑ کر باقی چاروں اس وقت لاؤنج میں
بیٹھے چائے پی رہے تھے اور اس چائے کی خاص بات یہ تھی کہ یہ چائے علیشہ نے بنائی تھی
عالیان اور زہرا نے جیسے ہی چائے کا پہلا گھونٹ بھرا انہوں نے فوراً اسے زمین پر تھوک دیا

-

کیا بد مزہ چائے بنائی ہے تم نے اس چائے کو پینے کے بعد تو میں زندگی میں کبھی چائے نہیں
پینے والا عالیان نے چائے کو تھوکتے ساتھ ہی کہنا شروع کیا۔

ظاہر ہے جب ایک خاندانی رئیس زادی سے چائے بناو گے تو یہی سب ہوگا میں نے کہا بھی تھا مجھ سے چائے نہیں بنتی علیشہ نے منہ بسوڑتے اسے جواب دیا۔

اور اگر زاویار کو دیکھو تو وہ چائے کا ایک کے بعد ایک گھونٹ بھرتا جا رہا تھا زہرا اپنے بھائی کی طرف دیکھتے جا رہی تھی او میرے خدا بھائی اپ اتنی گندی اور بد مزہ چائے پی کیسے رہے ہیں اس کی اس بات پہ عالیان اور علیشہ دونوں نے مڑ کر زاویار کو دیکھا۔

اچھی تو بنی ہے کیا ہے اس چائے کو اتنا کہتے ہی وہ علیشہ کی طرف دیکھنے لگا۔

یہ تم مجھے کیوں ایسے دیکھ رہے ہو اور میرے ہاتھ کی بنی ہوئی اتنی بد مزہ چاہے تم پی کیسے رہے ہو کہیں تمہیں مجھ سے پیار تو نہیں ہو گیا علیشہ نے مسکراتے ہوئے شرارتی انداز میں ایک سوالیہ ابرو اٹھائے زاویار سے کہا۔

میں پیار اور وہ بھی تم سے کم ان اب ایسی بھی کیا بات ہے تم میں

یہ دو خوبصورت سنہری انکھیں، یہ دودھ جیسا گورا رنگ، چھوٹا سا گھڑیا جیسا چہرہ، گھنگرا لی پلکیں، میٹھی اور خوبصورت آواز، اور یہ اونچا لمبا قد ساتھ میں یہ چھوٹے کٹے ہوئے بال ہونے کے علاوہ ہے ہی کیا تمہارے پاس؟

وہ شاید کچھ زیادہ بول گیا تھا اور اس بات کا احساس اسے یہ سب بولنے کے بعد ہو رہا تھا۔

اور رہی بات تمہاری چائے کی تو مجھے کڑوی کافی پینے کی عادت ہے اس لیے مجھے زیادہ بری
نہیں لگی چلو اب ہٹو سامنے سے مجھے

ٹی وی دیکھنے دو اتنا کہہ دے ہی ٹیبل کے اوپر سے ریموڈ اٹھایا۔

تم چاروں اوپر رہے ہو یا میں خود ہی اس دروازے کو کھول لوں اب مومنہ اوپر سیڑھیوں پر
کھڑی ان سے پوچھ رہی تھی۔

ویسے عالیان ایک بات بتاؤ یہ زاویار نے میری بے عزتی کی ہے یا تعریف کچھ زیادہ ہی میٹھی
میٹھی سنا گیا ہے مجھے۔

وہ چاروں سیڑھیاں چڑھ رہے تھے جب علیشبہ نے رک کر عالیان سے سوال کیا۔
تعریف کی ہے یا بے عزتی کی ہے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے تم اس سے دور رہو ویسے بھی وہ کون
ساتمہارا دوست ہے عالیان نے اسے تنبیہ کی۔

ویسے تمہیں کیوں اتنی جلن ہو رہی ہے کہیں علیشبہ نے جس انداز میں یہ بات کہی تھی اور
جس طرح وہ عالیان کو دیکھ رہی تھی عالیان کا دل چاہا کہ وہ اپنا سر دیوار پر دے مارے

ویسے علیشبہ اگر تمہیں آج کل محبت کے پیچے لڑانے کا اتنا ہی دل کر رہا ہے تو مجھے بتا دو میں تمہارے لیے اچھا سا لڑکا ڈھونڈ دیتی ہوں۔ ویسے بھی میرے پاس لڑکوں کی اچھی خاصی لسٹ موجود ہے۔ وہ کیا ہے نا میرا کام ہی ایسا ہے تمہیں اگر کوئی پسند ہے تو مجھے بتا دو میں تمہیں اس کی پرسنلٹی ٹریڈ کے بارے میں ایک ایک چیز ڈیٹیل کے ساتھ بتاؤں گی زہرا نے بات کے بیچ میں لقمہ دیا۔

تم اسے پرسنلٹی جانتی ہو؟

عالیان نے زہرا سے سوال کیا۔

پرسنلٹی نہیں جانتی لیکن مومنہ کی دوست ہے تو میری بھی دوست بن ہی سکتی ہے زہرا نے کندھے اچکاتے جواب دیا

دوست بن سکتی ہو بنی نہیں ہو اور تم اسے جانتی بھی نہیں ہو تو پھر میری اور اس کی باتوں کے درمیان لقمہ کیوں دے رہی ہو ویسے تو عالیان اسے تنگ کر رہا تھا لیکن اس کے چہرے پہ بے تحاشہ سنجیدگی تھی۔

اب کچھ غلط بھی تو نہیں کہہا میں نے عالیان بھائی مذاق ہی تو کر رہی تھی اس میں اتنا غصہ کرنے والی کون سی بات ہے۔

جیسے تم مذاق کر رہی ہو ویسے میں بھی مذاق کر رہا ہوں۔

تم تینوں کا دروازے پر ہی اعتکاف بیٹھنے کا ارادہ ہے کیا۔

ان تینوں کو دروازے پہ کھڑا دیکھ کر مومنہ کا پارہ ہائی ہوا تھا ایک تو پہلے ہی وہ اپنے آپ کو
کوس کوس کر ہلکان ہوئی پڑی تھی۔

رات کے دو بج رہے ہیں مومنہ ہم یہ کام کر بھی کر سکتے ہیں زاویار نے مومنہ سے کہا۔
جو کام آج شروع کیا ہے اسے آج ہی ختم کرنا ہے ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔

ان چاروں نے ایک "آخریہ معاملہ کیا ہے" والی نظر مومنہ پہ ڈالی

پہلے ہم اس دروازے کو کھول لیں ساری بات خود ہی واضح ہو جائے گی۔

علیشہ اگے آئی اس نے دروازے پر شو ہو رہی لاک سکریں میں پاسورڈ ڈالا اور سکریں کے
اوپر گرین کلر سے انلاک (Unlock) لکھا ہوا شو ہو گیا

Dec-2024-14

ایک دن بعد سب کی زندگیاں بدلنے والی تھی اور ہر کوئی اس بات سے بالکل انجان تھا۔

دروازہ کھولا گیا اس کے اندر داخل ہونے والا پہلا شخص عالیان سکندر تھا۔

واؤ ایک سیکرٹ لائبریری۔

(WOW A Secret Library)